اصلاح معاشرہ میں باپ اور گھر کا کردار سیرت طیبہ کی روشنی میں

The role of father and home in reform society in the light of Sirat Tayyaba

Dr. Mahmood Ahmad
Postdoctoral Fellowship, IRI, IIU Islamabad:
muftimehmoodahmad@gmail.com

Prof. Dr. Abdul Latif Hubshi
Principal, Govt. Boys Degree College Jhuddo:
abdullatiftjm@gmail.com

Dr. Khawar Anjum
Chief Executive, Nobel Herbel Products, Private Limited:
khawaranjum373@gmail.com

Abstract
Every intellectual can understand that the welfare, success and progress of the nations are hidden in the reformation and construction of societies. By the way, the Muslim Ummah has also been rooted in moral language, so it has become known that it is necessary to reform our society for prosperity and success. Should be requested. At the time of the Prophet ﷺ's mission, the abominable acts that the Arab society was committing were the light of the Qur'an and the Hadith, which enlightened the dark society and changed their vices into virtues. Shame, revelation, and virtue became thin, while climbing the ladder of progress, they reached the top and the Qur'an told them the tidings of salvation and the hereafter. He should warn the Muslims of the punishments of Allah Almighty in order to reform the Muslims and purify the society from the pollution of sins.
Keywords: *Father, Children, Reform, Society, Biography*

مسلمان بلند اخلاقی زندگی کا مرکزی نقطہ ہے جس کے ارد گرد بہت سے دائرے موجود ہوتے ہیں سب سے پہلا دائرہ خود اس کی ذات اور پھر اس کا گھر، خاندان، برادری اور قبیلے کا دائرہ ہے۔ بعد ازاں ملک وملت اور قوم کا دائرہ ہے، ان سب دائروں میں مسلمان پر کچھ حقوق کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ ان حقوق کو اخلاقی ضوابط کہا جاتا ہے ۔ پورا مذہب انھیں حقوق کے گرد گھومتا ہے۔ اسی لیے خود رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ بعثت لاتمم حسن

الاخلاق[1]("مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے")۔ شریعت نے ان حقوق کی ادائیگی کے متعلق واضح قوانین وضع فرمادیے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث نبی ﷺ انہیں پاکیزہ اصول کی تعلیم کا مجموعہ ہیں جو شخص جب کبھی کبھی ان راہوں سے جدا ہوتا ہے مجرم کہلاتا ہے۔ آئندہ سطور میں انہیں حقوق و فرائض اور انہیں اخلاقی اصول وضوابط کی تشریح آئے گی۔

اسلام نے اخلاقی تعلیمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ محقوق فضائل ورذائل اور آداب حقوق کی تشریح، دوسری چیز ذاتی چال چلن اور کردار کی اچھائی اور بلندی ہے جس کا نام محاسن اور فضائل اخلاق ہے مثلاخوش اخلاق ہونا۔ اس کے مقابل برعکس کا نام رزائل ہے۔ مثلاً بدخوترش رو، بداخلاق ہونا۔ تیسری قسم جسے آداب کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کاموں کو اچھے اور عمدہ طور وطریقے سے بجالائے۔ یہاں واضح رہے کہ اخلاقی قوانین کے اطلاق کا سلسلہ ایمان باللہ وشرک وکفر، قبول حق اور اقرار توحید کے بعد شروع ہوتا ہے۔ پہلے حقوق اللہ ہیں۔ بعد ازاں حقوق العباد ہیں۔ اگرچہ حقوق اللہ میں بھی اخلاق حسنہ مستور ہیں۔ مثلاً نماز اس لیے ہے کہ فواحش ومنکرات سے روکتی ہے۔ اولاد کو سب سے پہلے اللہ تعالی کی وحدانیت کا سبق دیا جائے، ارشاد باری تعالی ہے:

"وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ"[2]

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔

اصلاح معاشرہ میں ذاتی کردار

معاشرہ کی اصلاح کیلئے سب سے پہلے مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو سنوارنے کی کوشش کرے اس طرح کہ ساری اسائشوں، ظاہری وباطنی برائیوں اور معاشرہ میں بدامنی اور فتنہ وفساد پھیلانے والے اعمال وباتوں سے پاک وصاف کرے۔ اللہ تعالی کی شریعت مطاہرہ اور حکمت طیبہ کے ذریعے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب

---

[1] البخاري، الامام، محمد بن إسماعيل، "الأدب المفرد"، دار البشائر الإسلامية-بيروت، 1409ھ، رقم الحديث 273

Al-Bukhari, Al-Imam, Muhammad bin Ismail, "Al-Adab al-Mufard", Dar al-Bashair al-Islami - Beirut, 1409 AH, Number of Hadith 273

[2] لقمان، 13

Luqman, 13

کے بعد تمام اخلاقی ضوابط اور انسانی کردار کو اپنائے۔ اور اسی راستہ کو ہدایت اور نبی پاک ﷺ نے صراط مستقیم قرار دیا ہے۔ اس پر اخلاص کے ساتھ گامزن ہو جائے اور اپنے گردو پیش کے معاشرہ کے تمام افراد کو ان کے جائز حقوق سے محروم نہ رکھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے نفس کا بھی تم پر حق ہے حضور ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالی عنہم کو وصیت فرمائی کہ دیکھنا مسلسل روزہ نہ رکھو، اچھی عمدہ اور حلال غذا کو خواہ مخواہ اپنے اوپر حرام نہ قرار دو اور تمھاری بیویوں کا بھی تم پر حق ہے کیونکہ اسلام بالکل مجرد اور رہبانیت کی زندگی سے نفور ہے اولوالعزمی اور عالی حوصلگی یہی ہے کہ عائلی گھریلو اور خاندانی زندگی کے اندر رہتے ہوئے ایسی متوازن زندگی گزارو کہ تمھارا گردو پیش اور عام معاشرہ تمھاری نیکیوں اور صلاحیتوں اور خوبیوں سے فائدہ حاصل کر سکے۔ اس لیے فرمایا:

"المؤمن القوي خير واحب إلى الله من المؤمن الضعيف"[3]

ترجمہ: مومن قوت (صحت) والا ضعیف مومن سے بہتر اور خدا کو پیارا ہے۔

اولاد کی تعلیم کا اہتمام:

اولاد اللہ تعالی کی ایسی نعمت ہے جس کی وجہ سے ایک خاندان قائم ہوتا ہے اور اسی سے پھر ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے اسی لیے اس کی تعلیم تربیت کے ذریعے ہی معاشرہ کی تربیت ہو سکتی ہے۔ اسلام میں تعلیم کی بڑی قدر و منزلت ہے علم ہی مشعل راہ ہے جس کی روشنی میں مسلمان اپنی جنت کی طرف سفر پر رواں دواں ہیں۔ اسی علم کے بارے میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[4] (علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔) تعلیم کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا: إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا[5] (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں) پھر رسول اللہ ﷺ کی دعا جو

---

[3] القزويني، أبو عبد الله، محمد بن يزيد سنن ابن ماجه دار البشائر الإسلامية – بيروت، 1409ھ، رقم الحديث 2144

Al-Qazwini, Abu Abdullah, Muhammad bin Yazid Sunan Ibn Majah Dar al-Bashair al-Islami – Beirut, 1409 AH, Hadith Number 2144

[4] القزويني، ابن ماجه ، محمد بن يزيد، سنن ، دار إحياء الكتب العربية ،س۔ن ، رقم الحديث 224

Al-Qazwini, Ibn Majah, Muhammad Ibn Yazid, Sunan, Dar Ihya Al-Kutub al-Arabi, S.N., Hadith Number 224

[5] ابن ماجه ،رقم الحديث 229

Ibn Majah, hadith number 229

قرآن پاک میں مذکور ہے وہ بھی علم کے بارے میں ہی ہے۔ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں: رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا[6] (اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔) حقیقت میں علم ایک ہی ہے وہ دین کا علم ہے اس کے علاوہ جو بھی علم ہیں ان کو علم کی بجائے فنون کہنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ دینی علم ہی وہ علم ہے جس کے ذریعے انسان اور حیوان میں امتیاز ہوتا ہے اور انسان کی شخصیت نکھرتی ہے۔ اس علم کی بدولت انسان کو کھانے پینے، سونے جاگنے رہنے بسنے اور قضائے حاجت کے آداب وغیرہ آتے ہیں۔ اسی علم کی بدولت معاشرہ ترقی کرتا ہے۔ اور جہالت کے سائے چھٹتے ہیں۔ نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ انسان نے کتنے ہی فنون حاصل کیے ہوں، سائنس و ٹیکنالوجی میں کتنا ہی مایہ ناز کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر اس نے دینی علم حاصل نہیں کیا تو وہ جاہل کا جاہل ہے۔ اسی وجہ سے ہم سب پر لازم ہے کہ اگر ہم اپنی اولاد کو نیک اور معاشرہ میں امن وامان دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں ان کو دینی تعلیم سے آشنا کرنا چاہئے۔ انہیں قرآن وحدیث کا علم سکھانا چاہئے اور انہیں سیرت مصطفی ﷺ سے واقف کرانا چاہئے۔ اور اس کام کے لیے جہاں تک ممکن ہو سکے ان کو دینی مدارس میں داخل کرواتا۔ یہ مدارس ہی ہمارے دین کا اصل سرمایہ ہیں ورنہ سکول وکالج تو مغربی ویورپی نوکر پیدا کر رہے ہیں، جن کی تعلیم کا مقصد صرف اور صرف چند ٹکوں کی نوکری حاصل کرنا ہے۔ میرا مقصد یہ نہیں کہ سکول و کالج میں پڑھنا جرم ہے اور سائنس و ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرنا ناجائز ہے۔ بلاشبہ ان علوم وفنون کو بھی پڑھنا چاہئے۔ لیکن ان کے ساتھ دینی علوم کی تعلیم لازمی ہونی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ "[7]

ترجمہ: کسی باپ نے اپنے بیٹے کو عمدہ اور بہترین ادب سے زیادہ اچھا ہدیہ نہیں دیا۔

"أكرموا أولادكم وأحسنوا أدبهم"[8]

ترجمہ: اپنی اولاد کی تکریم کرو اور انہیں اچھی آداب سکھاؤ۔

---

[6] طٰہٰ، 20: 114

Taha, 20: 114

[7] الترمذي، محمد بن عيسى، جامع ترمذی ، شركة مكتبة ومطبعة مصر، 1395ھ، رقم الحديث 1952

Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Jami-Tirmidhi, Sharjah Al-Muktaba wa Mataba-Masr, 1395 AH, Number of Hadith 1952

[8] سنن ابن ماجه ، حديث 3671

Sunan Ibn Majah, Hadith 3671

اس پوری بحث میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نیک اولاد کا حصول کیسے ممکن ہے اس کے لیے بنیادی چیز یہ ہی ہے کہ والدین کو خود شریعت کا پابند ہونا چاہئے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ سامنے رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کن کن امتحانات سے گزارا پھر جب وہ سب میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بیٹا بھی ایسا دیا جو صورت و سیرت میں بے مثل تھا۔ جو بلند اخلاق کا حامل تھا۔ جس کو دیکھ کر والدین کو حقیقی سکون میسر ہوتا ہے۔ تو اس نیک اولاد کے لیے والدین کو اسلامی شریعت کے مطابق شادی کروانا ہو گی۔ شیطانی کاموں سے بچنا ہو گا اور قدم قدم پر خود کو برائیوں سے بچانا ہو گا۔ اگر خود کو برائیوں سے نہ بچا سکے تو پھر نیک اولاد کا ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اور مثالی معاشرے کا وجود بھی معدوم ہی رہے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ" [9]

تم میں سے ہر شخص نگہبان اور رکھوالا ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا اور ماتحت افراد وغیرہ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ امام بھی نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور ہر شخص اپنے اہل و عیال کا ذمے دار اور رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعایا (رکھوالی والی چیز) کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں ذمے دار اور رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رکھوالی والی چیز کے متعلق پوچھا جائے گا اور خادم اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اور اُس سے اُس کے متعلق پوچھا جائے گا"۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ"[10]

اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرو۔

اپنی اولاد کے درمیان مال خرچ کرنے کے سلسلے میں، عطیہ و ہدیہ دینے میں اور ہر معاملے میں برابر برابر سلوک کرو۔ رسول ہاشمی ﷺ نے فرمایا:

---

[9] صحیح بخاری ، حدیث 2558

Sahih Bukhari, Hadith 2558

[10] صحیح مسلم، 1623

Sahih Muslim, 1623

"كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتِجُ الْبَهِيمَةَ، هَلْ تَرَى فِيهَا جَدَعًا" [11]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح جانور کا بچہ پیدا ہوتے وقت صحیح اعضاء والا ہوتا ہے، پھر بعد میں انسان اس کے کان وغیرہ کاٹ دیتے ہیں اور تبدیلی کر کے ناقص بنادیتے ہیں، اسی طرح انسان کا بچہ پیدا ہوتے وقت صحیح سالم اور فطرت سلیمہ والا ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کے والدین اُسے اسلام کے بجائے کافر بنادیتے ہیں۔ [12] اسی طرح بچے کی فطرت کو تبدیل کرنے میں والد کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہی بچہ جب معاشرے کا فرد بنتا ہے تو عدم تربیت کی بنا پر معاشرے کی خرابی و بربادی کا سبب بنتا ہے۔

اپنی اور گھر والوں کی اصلاح

اولاد جتنی عظیم نعمت ہے اس کی اصلاح کی ذمہ داری بھی اتنی ہی زیادہ ہے اسلام صرف اپنے آپ کو ہی سنوارنے کا درس نہیں دیتا بلکہ اپنے ساتھ وابستہ تمام افراد کی تربیت کرنے کا حکم بھی بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا [13](اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ) یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کر کے، عبادتیں بجالا کر، گناہوں سے باز رہ کر، اپنے گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے ممانعت کر کے اور انہیں علم و ادب سکھا کر اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ جہاں مسلمان پر اپنی تربیت و اصلاح کرنا ضروری ہے وہیں پر گھر والوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کرنا بھی اس پر لازم ہے، ۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ ("تم میں سے ہر کوئی رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعایا اور رکھوالی والی چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا")۔اسی طرح اولاد کی تربیت کے حوالے سے فرمایا:

---

[11] بخاری، حدیث 1358

Bukhari, Hadith 1358

[12] العسقلاني ، ابن حجر،أحمد بن علي ،فتح الباری، دار المعرفة - بيروت، 1379ھ، ۳/۲۵۰

Al-Asqalani, Ibn Hajar, Ahmad ibn Ali, Fatah al-Bari, Dar al-Marfa'a - Beirut, 1379 AH, 250/3

[13] التحریم ،66 : 6

Al-Tahreem, 66:6

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ." [14]

اور جب اولاد پر والدین کی تربیت کا اثر ہوتا ہے تو پھر نہ صرف حیات میں بلکہ بعد از وفات میں اولاد والدین کیلئے منارۂ نور بنتی ہے

اس کے بارے میں حدیث مصطفی ﷺ میں یہ خوشخبری ہے:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أو عِلمٍ يُنتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ [15]

"جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے عمل جاری رہتا ہے) صدقہ جاریہ (جس کا فائدہ جاری ہو)۔ ایسے علم سے جس سے فائدہ حاصل کیا جارہا ہو اور نیک اولاد سے جو اس کے لئے دُعا کرتی ہو"۔ لہذا والد کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی اصلاح کرے۔ کیونکہ جس کام کی وہ اصلاح کرے گا اولاد اسے اچھا خیال کر کے اس پر عمل کرے گی اور جس کام کو وہ چھوڑ دے گا اولاد بھی اس کے قریب نہ جائے گی اور یقیناً والدین کا بہترین کردار ہی اولاد کی سب سے اچھی تربیت کر سکتا۔

اخلاقی تربیت کی ذمہ داری

اخلاقی تربیت سے ہماری مراد تمام اخلاقی بنیادی باتوں اور کردار وجدان سے متعلق فضائل کا وہ مجموعہ ہے۔ جنہیں حاصل کرنا اور سیکھنا اور اپنے اندر پیدا کرنا بچہ کے لیے ضروری ہے، اور بچپن اور سن شعور سے ہی ان کا عادی بننا لازمی ہے، تاکہ جب وہ مکلف ہو اور جوان بنے اور زندگی کے گہرے سمندر میں قدم رکھے تو یہ تمام فضائل و کمالات اس میں موجود ہوں۔ اس میں نہ تو کوئی شک وشبہ ہے اور نہ ہی اس میں کسی کا اختلاف ہے کہ اخلاق اور کردار سے تعلق فضائل ہے یہ در حقیقت راسخ ایمان

---

[14] السِّجِسْتاني، سليمان بن الأشعث،سننابو داؤد ، المكتبة العصرية، صيدا – بيروت،س-ن ، رقم الحديث 495
Al-Sijistani, Sulaiman bin Al-Ash'ath, Sunnabu Dawood, Al-Maqabah Al-Asriyah, Saida-Beirut, AD, Hadith Volume 495

[15] ترمذی، حدیث 1376

Tirmidhi, Hadith 1376

اور صحیح دینی تربیت کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ ہے۔ چنانچہ بچے میں جب نو عمری ہی سے ایمان باللہ پیدا ہو گا اور اللہ کے خوف اور اس کے مراقبہ کی اس کو عادت ہو گی اور اس پر بھروسہ کرنے اور اسی سے مدد مانگنے اور تمام حالات میں اس کے سامنے گردن جھکانے کا جب وہ عادی ہو گا تو ہر فضیلت اور اچھے کام کو قبول کرنے اور ہر اچھے اعلیٰ اور شریفانہ اخلاق کو اختیار کرنے کا اس میں فطری ملکہ اور وجدانی احساس و شعور پیدا ہو گا۔ اس لیے کہ جو دینی روک ٹوک اس کے ضمیر میں جاگزین ہو گئی ہے اور جو نفسیاتی محاسبہ اس کے تمام تفکرات و احساسات پر غالب آچکا ہے یہ سب کا سب اس پیچھے اور ان گندی صفات اور رذیل قسم کی عادات اور گناہوں اور جاہلانہ فاسد رسم و رواج کے درمیان حائل بن جائے گا بلکہ خیر کی جانب متوجہ ہونا اس کی طبعیت اور عادت بن جائے گا۔ اور اچھائیوں اور نیکیوں سے محبت اس کی فطرت اور عادت اور اس کا ممتاز وصف بن جائے گا۔ اور جب بچے کی تربیت اسلامی عقیدہ سے بعید اور دینی توجہات سے عاری ہو گی اور اللہ سے تعلق نہ ہو گا تو بلاشبہ بچہ فسق و فجور اور آزادی میں پروان چڑھے گا، اور الحاد و گمراہی میں بڑھے پلے گا، بلکہ اپنے نفس کو خواہشات کا تابع بنا دے گا۔ اور اپنے مزاج و خواہشات اور گندے شوق کے مطابق نفس امارہ کی خواہشات اور شیطان کے وساوس کے پیچھے چلے گا۔

پھر اگر اس کا مزاج پر سکون اور صلح پسند مسلح جو قسم سے ہے تو وہ دنیاوی زندگی میں بے وقوفوں اور غافلوں کی طرح رہے گا۔ زندہ ہو گا لیکن مردہ کی طرح، اور موجود ہو گا لیکن غیر موجود کی طرح کسی کو نہ اس کی زندگی کی خبر ہو گی اور نہ ہی اس کے مرنے سے کوئی خلا پیدا ہو گا، اور اگر اس پر بہیمیت کا پہلو غالب ہو گا تو شہوات و خواہشات اور لذتوں کے پیچھے پیچھے مارا پھرے گا۔ ان کو حاصل کرنے کے لیے ہر ناجائز و ممنوع جگہ میں گھس جائے گا۔ اور اس کی خاطر ہر راستہ اختیار کرلے گا۔ نہ حیا، اس کو روکے گی اور نہ ضمیر اس کی سرکوبی کرے گا اور نہ عقل اس کے لیے مانع بنے گی۔ اور معاشرے کی خرابی کا ذریعہ بنے گا۔ اور اگر اس کا مزاج جذباتی قسم کا ہے تو اس کا مقصد دنیا میں غلبہ اور

طاقت حاصل کرنا اور لوگوں پر بڑائی جلانا اور حکم چلانا اور اپنی فوقیت کا اظہار کرنا اور اپنی زبان سے فخر و مباہاہ کرنا اور اپنے کارناموں پر اترانا ہو گا۔

جھوٹ بولنے کی عادت

اسلام کی نظر میں جھوٹ سب سے بری خصلت ہے اس لیے والدین کو چاہیے کہ اس کا بہت ایادہ خیال رکھیں اور اس سلسلہ میں خوب محنت کریں، تاکہ بچوں کو اس سے باز رکھ سکیں، اور اس کی نفرت ان کے دلوں میں راسخ کر دیں، اور جھوٹ اور نفاق کی گندی عادتوں سے دور رہیں۔ جھوٹ کی برائی اور قباحت کے لیے اتنا کافی ہے کہ اسلام نے اسے نفاق کی خصلتوں میں شمار کیا ہے، چنانچہ مام بخاری حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، أربع من كن فيه كان منافقاً جس شخص میں چار باتیں ہوں گی وہ منافق ہو گا۔

إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذا خَاصم فجر[16]

جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ اور جب گفتگو کرے تو بھوٹ ہوئے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑے تو فحش گوئی کرے۔

چوری کی عادت

چوری کی عادت بھی جھوٹ کی عادت سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔ اور چوری کی عادت ان پست ماندہ علاقوں میں زیادہ عام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اسلامی اخلاق سے آراستہ نہیں کیا ہے اور جو ایمانی تربیت سے صحیح فیض یاب نہیں ہوئے ہیں۔ اور یہ ایک بدیہی سی بات ہے کہ اگر بچپن سے ہی بچے میں خدا کا خوف اور اس کے عذاب کا یقین پیدا نہ ہو. اور امانت داری اور محقوق ادا کرنے کا عادی نہ بنے، تو بلاشبہ بچہ آہستہ آہستہ دھوکہ بازی، چوری اور خیانت اور دوسروں کا مال ناحق کھانے کا عادی بن

---

[16] التبريزي، محمد بن عبد الله الخطيب، مشكوة المصابيح، المكتب الإسلامي- بيروت، 1985ھ، رقم الحديث56
Al-Tabrizi, Muhammad bin Abdullah al-Khatib, Mishkwat al-Masabih, Al-Mahab Al-Islami - Beirut, 1985 AH, Hadith No. 56

جائے گا، بلکہ وہ ایسا بد بخت اور مجرم ہو گا کہ جس سے معاشرے والے پناہ مانگیں گے اور اس کے برے کاموں سے لوگ امان چاہیں گے ،اور اس طرح وہ معاشرے کیلئے ناسور بن جائے گا۔ اس لیے والدین اور تربیت کرنے والے حضرات پر یہ فرض ہے کہ وہ بچوں میں خدا کا خوف پیدا کریں، جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ[17]

"(لقمان نے یہ بھی کہا کہ)اے میرے بیٹے !اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی چھوٹا ہو اور وہ بھی کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمان میں مخفی ہو یا زمین میں پوشیدہ ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی قیامت کے دن لا موجود کرے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین اور خبر دار ہے"۔

اور چوری کے برے نتائج اور دھوکہ بازی اور خیانت کے بُرے انجام سے انہیں آگاہ کریں۔ اور ان کو صاف صاف کھول کھول کر یہ بتلا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں، بدکرداروں راہ راست سے ہٹنے والوں کے لیے قیامت میں کیا بدترین انجام اور دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

گالم گلوچ اور بدزبانی کی عادت

رہی گالم گلوچ و فحش گوئی کی عادت تو یہ بھی ان قبیح ترین عادات میں سے ہے جو بچوں میں عام ہے اور جو معاشرے اور ماحول قرآن کریم کی ہدایت اور اسلام کی تربیت سے دور ہیں ان میں یہ مرض بہت عام ہے اور اس کا اصل سبب دو بنیادی باتیں ہیں: ا۔ **برا نمونہ:** چنانچہ جب بچہ اپنے ماں باپ کی زبان سے گالم گلوچ سنے گا، اور گندے گندے کلمات اور گالیاں اس کے کان میں پڑیں گی تو لازمی طور سے بچہ بھی ان کلمات کی نقل اتارے گا اور بار بار انہی کلمات کو دہرائے گا اور آخر کار گندے کلمات

---

[17] لقمان، 31 : 16

Luqman, 31:16

اور بری باتیں اور جھوٹ ہی اس کے منہ سے نکلے گا۔2۔ **بری صحبت** : چنانچہ جو بچہ سڑکوں اور گلیوں میں آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور برے ساتھیوں کے ساتھ رہے گا اور گندے لوگوں کے ساتھ اسے اٹھنے بیٹھنے دیا جائے گا تو ظاہر بات ہے کہ ایسا بچہ ان غلط قسم کے لوگوں سے لعن طعن گالم گلوچ اور گندی زبان ہی سیکھے گا۔ اور یہ فطری بات ہے کہ بچہ ان جیسے لوگوں سے گندے الفاظ اور قبیح و بدترین عادات و اخلاق ہی سیکھے گا۔ اور بدترین تربیت ہی حاصل کرے گا اور خراب اخلاق اپنے اندر پیدا کرے گا۔ اس لیے ماں باپ اور تربیت کرنے والوں سب پر یہ لازم ہے کہ اولاد کے لیے نہایت پیار بھرا میٹھا انداز شائستہ زبان اور پیارے اور اچھے الفاظ اور تعبیر سے بہترین نمونہ پیش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اولاد کو تو اچھی باتوں کا درس دیا جاتا ہو اور خود اس کے خلاف کیا جارہا ہو جس اللہ تعالی فرماتا ہے:

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَالَا تَفْعَلُونَ ، كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللهِ أَنْ تَقُولُوا مَالَا تَفْعَلُونَ [18]

"اے ایمان والو!تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے سخت بیزار اور ناراض ہوتا ہے کہ ایسی بات کہو جسے عمل میں نہ لاؤ" یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ اگر والد چاہے کہ اس کی اولاد نیک بن جائے اور خود نیک کام کرنے کی کوشش نہ کرے تو اولاد کبھی بھی نیک نہیں بن سکتی۔ اور ساتھ ساتھ ان حضرات پر یہ بھی لازم ہے کہ انہیں گلیوں اور سڑکوں پر کھیلنے اور گندے لوگوں کی صحبت اور بدترین ساتھیوں کی رفاقت سے بچائیں تاکہ وہ ان لوگوں کی کبھی انحراف سے متاثر نہ ہوں، اور ان کی عادات اپنے اندر پیدا نہ کرلیں، بلکہ ایسے اخلاق کے مالک بن جائیں کہ معاشرے میں بگڑے ہوئے افراد کی اصلاح کا سبب بن جائیں۔ اور ان حضرات کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بچوں کو زبان کی آفات واثرات ونتائج اور بے ہودہ پن اور فحش گوئی سے جو انسانی شخصیت کو نقصان پہنچا اور روتار مجروح ہوتا ہے اور معاشرہ کے افراد میں جو بغض وعداوت اور کینہ

---

[18] الصف، 61 : 2۔3

Al-Saf, 61: 2.3

وحسد پیدا ہوتا ہے اسے ان کے سامنے کھول کر بیان کریں. والدین پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو وہ احادیث بتلائیں اور سکھائیں جو گالم گلوچ اور فحش گوئی سے منع کرتی ہیں اور فحش گووں، گالم گلوچ اور لعن طعن کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو سخت سزا اور دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے وہ بیان کرتی ہیں۔ تاکہ بچے ان بری عادتوں سے بچیں اور ان احادیث کی رہنمائیوں سے متاثر ہوں اور ان کے وعظ و نصیحت سے سبق حاصل کریں۔

پردہ وحجاب:

بچیوں کو بچپن ہی سے پردہ کرنے کی ترغیب دینی چاہئے تاکہ وہ بڑی ہونے تک پردے کی پابند ہو چکی ہوں۔ اُن کو چھوٹے، تنگ اور بہت باریک کپڑے نہ پہنائے جائیں جو فحاشی کا ذریعہ ہیں۔ ہر حال میں مردوں اور کافروں کی مشابہت سے بچنا چاہئے۔ اس سے نوجوان لڑکوں کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں اور معاشرے میں جنس پرستی کی عام ہوتی ہے۔ ساتویں سال ہی سے اُسے سر ڈھانپنے کی ترغیب دینی چاہئے۔ بلکہ عملی تربیت کرنی چاہئے اور جب بالغ ہو جائے تو چہرہ ڈھانپنے کی ترغیب دینی چاہئے۔ لمبا گہرے رنگ والا پورے جسم کو ڈھانپنے والا اور کھلا لباس پہننے کا حکم دینا چاہئے تاکہ بچی کی شرم وحیا اور زیب وزینت محفوظ رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ [19]

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر ڈالے رکھیں، یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے۔

---

[19] الأحزاب، 33 : 59

Al-Ahzab, 33:59

اور اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو اظہار زینت سے بھی منع فرماتے ہوئے حکم دیا:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الأولى[20]

اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی

اولاد میں سے ہر ایک کو اس کی جنس والا خاص لباس پہنانا چاہئے بچوں کو مردوں والا اور بچیوں کو عورتوں والا تاکہ دونوں کی شناخت اور امتیاز باقی رہے۔ غیر مسلموں کے لباس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ عورت چونکہ معاشرے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اس لیے اس کی تربیت و اصلاح کا اہتمام بھی زیادہ ہونا چاہیے جس طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ[21]

(جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائیں تو میں اور وہ قیامت کے دن آئیں گے۔ ان دونوں کی طرح قیامت)) اور آپ نے اپنی انگلیاں جوڑیں۔

أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" لَا يَكُونُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ"،[22]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کسی کے پاس تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو جنت میں ضرور داخل ہو گا۔"

اجتماعی و معاشرتی تربیت کی ذمہ داری

اجتماعی و معاشرتی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ بچے کو شروع ہی سے ایسے اعلی معاشرتی آداب او نظم نفسیاتی اصول کا عادی بنا دیا جان جو ہمیشہ زندہ جاوید رہنے والے اسلامی عقیدے اور گہرے ایمانی

---

[20] الاحزاب:33 : 33

Al-Ahzab: 33: 33

[21] صحیح مسلم: رقم الحدیث 2631

Sahih Muslim: Hadith number 2631

[22] ترمذی، حدیث 1912

Tirmidhi, Hadith 1912

شعور سے پھوٹ کر نکلتے ہیں تاکہ بچہ معاشرے میں حسن معاملہ . ادب، سنجیدگی اور پختگی عقل اور اچھے تصرفات غرضیکہ ہر حیثیت سے ایک بہترین مثالی فرد بنے۔ تربیت کرنے والوں اور والدین پر بچے کی تربیت کے سلسلہ میں جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان میں یہ سب سے اہم ذمہ داری ہے، بلکہ یہ نہر اس تربیت کا نچوڑ ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے چاہیے تربیت ایمانی ہو یا اخلاقی یا نفساتی اس لیے کہ یہ ایک ایسی وجدان اور کردار سے متعلق عادت ہے جو بچے کو حقوق کی ادائیگی اور آداب کو لازم پکڑنے، اور ہر ایک کا خیال رکھنے، اور عقلی پختگی اور سن سیاست اور دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی عادی بناتی ہے۔ واقعہ اور تجربہ کے اعتبار سے اپنی بات ثابت ہے کہ معاشرہ کی سلامتی اور اس کی عمارت کی پختگی و مضبوطی معاشرہ کے افراد کی سلامتی اور ان کی عمدہ تربیت سے وابستہ ہے۔ اسی لیے اسلام نے اولاد کے اخلاق و کردار کی تربیت کا بہت اہتمام کیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب یہ تربیت یافتہ افراد کوئی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں تو وہ زندگی کے میدان میں ایک سمجھدار باکردار اور با صلاحیت عقلمند انسان کی سچی تصویر ہوتے ہیں۔ اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ زبردست محنت اور جدوجہد کا مظاہرہ کریں تاکہ مسیح طور سے اپنے معاشرتی تربیت کی اپنی عظیم مسئولیت و زمہ داری کو پورا کر سکیں اور ایک ایسے بہترین اسلامی معاشرے کی تعمیر کر سکیں جس کی بنیاد ایمان، اخلاق اور بہترین معاشرتی تربیت اور اعلیٰ ترین اسلامی اقدار پر قائم ہو، اور یہ کام اللہ تعالے کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ چونکہ ہر تربیت کے لیے کچھ نہ کچھ ایسے وسائل ہوتے ہیں جن کو مربی اختیار کرتے ہیں، اس لیے غور کرنا چاہیئے کہ وہ کون سے عملی وسائل ہیں جو بہترین معاشرتی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں ؟ یہ وسائل میری نظر میں چار امور میں منحصر ہیں:

1. بہترین نفسیاتی اصول کی تخم ریزی کرنا
2. دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا
3. عمومی معاشرتی آداب کا خیال رکھنا

4. دیکھ بھال اور معاشرے کا محاسبہ.

اُولاً: نفسیاتی اصول کی تخم ریزی

اسلام نے تمام افراد کی نفوس میں چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے مرد ہوں یا عورتیں بوڑھے ہوں یا توان شاندار تربیت کی بنیاد ایسے عظیم تحکم نفسیاتی اصولوں اور ابدی تربیتی قواعد پر رکھی ہے جن کے بغیر اسلامی شخصیت کی تکمیل تعمیر نہیں ہو سکتی اور در حقیقت یہ ہمیشہ باقی رہنے والی انسانی روایات ہیں۔ جماعتوں اور افراد میں ان نفسیاتی اصولوں کی تخم ریزی کے لیے اسلام نے زبر دست توبیبات و شاندار راہنما اصول و پر مغز وھایا پیش کیے ہیں۔ تاکہ اعلی اسلوب اور بہترین طریقے سے اجتماعی تربیت ہو سکے۔ اور معاشرہ باہمی تعاون تنظیم اتحاد اور شاندار آداب اور باہمی الفت و محبت اور اصلاح پر مشتمل سفید نقاد و تنقید کے ماحول میں پروان چڑھے۔

جن نفسیاتی اصولوں کو اسلام لوگوں میں راسخ کرنا چاہتا ہے ان میں سے اہم درج ذیل ہیں:

تقوی:

یہ اس ایمانی عمیق شعور کا لازمی نتیجہ اور طبیعی ثمرہ ہے جو اللہ عز و جل کے حاضر ناظر ہونے کے خیال اور اس کے خوف و خشیت اور اس کے عذاب و ناراضگی کے ڈر اور اس کے عفو و در گزر و ثواب کی امید کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور تقوای (جیسا کہ علماء نے اس کی تعریف کی ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس جگہ نہ دیکھے جہاں سے اس نے منع کیا ہے اور وہاں غائب نہ پائے جہاں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے، اور بعض حضرات نے تقوی کی تعریف یہ کی ہے کہ اچھے اعمال کر کے اللہ کے عذاب سے بچنا اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالے سے خوف کرنا۔ اس لیے قرآن کریم نے بہت سی آیات بینات کے ذریعہ نہایت اہتمام سے تقوی کی فضیلت کا ذکر کیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے اور اس پر ابھارا ہے، چنانچہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا ایک صفحہ یا چند صفحے بھی نہیں پڑھ پاتا مگر یہ کہ جابجا مختلف آیات میں لفظ تقوی کا ذکر پڑھ لیتا ہے۔ یہ تقوی ضمیر کے حساس اور شعور کے صاف شفاف ہونے،

اور دائمی خوف و خشیت اور تقل احتیاط اور راستے کے کانٹوں سے چھنے کی فکر کا نام ہے زندگی کا وہ راستہ بس میں خواہشات شہوات و مرغوبات اور طمع و اغراض اور خوف و خطر اور خطرات و خیالات کے کانٹے ہو کچھ نہیں دے سکتا اس سے جھوٹی امید اور جو نفع و نقصان کا مالک نہیں اس سے جھوٹے خوف کے کانٹے ایک دوسرے کی جانب گھسیٹتے ہیں اور اس کے علاوہ اور بہت سے بیسیوں کانٹے ہیں۔[23]

اور اللہ تعالے سے خوف اور تقوی قطع نظر اس کے کہ اس کی وجہ سے مومن کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کے مراقبہ کا فکر ہوتا ہے یہ تقوی در اصل تمام معاشرتی فضائل و کمالات کا منبع ہے، اور مفاسد و شعرر اور گناہوں اور پریشانیوں سے بچنے کا منفرد راستہ ہے، بلکہ افراد میں معاشرے اور ہر اس شخص کے لیے جو ان سے ملے اس کے بارے میں کامل شعور و احساس پیدا کرنے کا پہلا ذراعیہ و سبب ہے۔ اور ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان مبارک:((التقوی ھھنا))[24] تقوی یہاں ہے، اتنے ہین مرتبہ خود ہر ایا جیسا کہ آئندہ آئے گا) اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ معاشرہ کی تربیت کی اس اصل اور بنیاد کی تاکید و اہمیت بیان ہو جانے اور خصوصا ان اوامر میں جن سے انسانی کرامت کے سائنس اور لوگوں کو ضرر پہنچانے سے روکا گیا ہے۔

افراد کے کردار اور معاملات پر تقوی کا جو اثر پڑتا ہے اس کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

الف – امام غزالی احیاء العلوم میں روایت کرتے ہیں کہ یونس بن عبید کے پاس مختلف قیمت کے جوڑے اور پوشاکیں تھیں، ان میں سے بعض ایسی اقسام کے بھی تھے جن میں سے ہر پوشاک کی قیمت چار سو درہم تھی، اور بعض کی دو سو درہم. وہ نماز کے لیے چلے گئے اور اپنے بھتیجے کو دکان پر چھوڑ

---

[23] الظلال ، سید قطب ،ص 1-4

Al-Zhalal, Sayyid Qutb, pp. 1-4

[24] الشيباني، أحمد بن محمد بن حنبل ، المسند ، مؤسسة الرسالة، 1421ھ/8956

Al-Shaybani, Ahmad bin Muhammad bin Hanbal, al-Musnad, Al-Risalah Foundation, 1421 AH/8956

گئے، اسی اثناء میں ایک اعرابی شخص آیا اور اس نے چار سو درہم کا ایک جوڑا مانگا تو انہوں نے دو سو درہم والے جوڑے اس کے سامنے پیش کر دیے، اسے وہ اچھے لگے اور پسند آ گئے، اور اسے اس نے چار سو درہم میں خرید لیا اور اس کو اٹھا کر چل دیا، راستے میں اسے یونس مل گئے اور انہوں نے اپنے جوڑے کو پہچان لیا اور اس اعرابی سے پوچھا کہ تم نے یہ کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے کہا چار سو درہم میں۔ یونس نے اس سے کہا کہ یہ تو دو سو سے زیادہ کا نہیں ہے اس لیے تم واپس چلو اور اس کو واپس کر دو، تو اس اعرابی نے کہا کہ یہ تو ہمارے علاقے میں پانچ سو کا ہے اور میں نے تو اسے خوشی سے خریدا ہے، تو یونس نے اس سے کہا: تم میرے ساتھ چلو، اس لیے کہ نصیحت و خیر خواہی دین اسلام میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے بھر انہیں دکان واپس لے گئے اور ان کو دو سو درہم واپس کر دیے، اور قیمت سے زیادہ پیسے لینے پر اپنے بھتیجے سے لڑے، اور ان کو اس پر سخت تنبیہ کی، اور کہا: کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ کیا تمہیں خدا کا خوف نہیں ہے، جتنی قیمت ہے تم آنا ہی نفع لینا چاہتے ہو اور مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی نہیں کرتے؟ تو ان کے بھتیجے نے کہا کہ: بخدا اس نے تو وہ خوشی خوشی اور رضامندگی سے لیا تھا، تو انہوں نے کہا: تم نے اس کے لیے وہ بات کیوں نہ پسند کی جو اپنے لیے پسند کرتے ہو!

ب۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کے ارادہ سے نکلا راستہ میں ہم آرام کرنے لیے، تو پہاڑ سے ایک چرواہا اترا، انہوں نے اس سے کہا: چپہ واہے ان دنبوں میں سے ایک دنبہ میرے ہاتھ بیچ دو، اس نے کہا کہ میں تو غلام ہوں، حضرت عمر نے اس کا امتحان لینے کے لیے کہا کہ تم اپنے آقا سے یہ کہ دینا کہ اسے بھیڑیا کا گیا، تو چرواہے نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے یعنی اللہ تو دیکھ رہے ہیں، یہ سن کر حضرت عمر یضی اللہ عنہ رونے لگے اور پھر اس غلام کے ساتھ گئے، اور اس کے آقا سے اسے خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا تمہیں اس ایک بات نے دنیا میں غلامی سے آزادی دلائی، اور مجھے امید ہے کہ یہ تمہیں آخرت میں آگ سے نجات دلائے گی۔ ج۔ اور ماں بیٹی کا وہ قصہ تو اکثر حضرات جانتے ہی ہوں گے کہ ماں یہ

چاہتی تھی کہ بیٹی دودھ میں پانی ملا دے تا کہ آمدنی زیادہ ہو۔ اور بیٹی اسے یہ یاد دلا رہی تھی کہ امیر المؤمنین نے اس سے منع کیا ہے، ماں کہتی ہے کہ امیر المومنین ہمارے پاس کہاں ہیں، وہ ہمیں دیکھ تھوڑی رہے ہیں، بیٹی خاموش کن جواب دیتی ہے کہ اگر امیر المؤمنین نہیں نہیں دیکھ رہے تو امیر المومنین کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے!!

اس لیے ہمیں چاہیے کہ تقوی اور اللہ کے ہر وقت ہمیں دیکھنے کے یقین کو اپنے بچوں میں شروع ہی سے پیدا کریں۔

اخوت:

یہ ایک ایسا نفساتی رابطہ ہے تو ہر اس شخص کے ساتھ نرمی محبت اور احترام کا ہر شعور پیدا کرتا ہے جیس ۲- کا انسان سے اسلامی عقیدے اور تقوی و ایمان کی بنیاد پر رابطہ ہو۔ اخوت کاری شعور صادق اور سچا احساس مسلمان کے دل میں تعاون، ایثار و شفقت اور باوجود قدرت کے معاف کرنے کے بہترین جذبات پیدا کرتا ہے۔ اور نسان کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ تمام ایسے کاموں سے بچے اور دور رہے جو لوگوں کو ذاتی طور سے نقصان پہنچائیں یا ان کے مال یا عزت و کرامت کو نقصان پہنچائیں۔ اسلام نے صرف اللہ ہی کے لیے اس اخوت و بھائی چارگی کے پیدا کرنے پر زور دیا ہے، اور بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں اس کے تقاضوں اور انواع واقسام کو بیان کیا ہے ،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ [25]

اور فرمایا: بے شک مسلمان (آپس میں) بھائی بھائی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[25] الحجرات، 49 : 10

Hujarat, 49:10

"الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ؛ لا يَظْلِمُهُ ، وَلا يَخْذُلُهُ ، وَلا يَحْقِرُهُ ، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنْ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ[26]

مسلمان ، مسلمان کا بھائی ہے۔نہ اس پر ظلم کرتا ہے ،نہ اس کو رسوا کرتا ہے ،نہ اس کو حقیر جانتا ہے۔ کسی شخص کے بدبخت ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

اس اخوت اور اللہ کے لیے بھائی چارگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرہ کے افراد نے پوری تاریخ اور تمام زمانوں میں آپس میں غم خواری، اختیار، باہمی تعاون و ہمدردی کا ایسا تعاون کیا جو تاریخ انسانی میں سب سے بہتر سلوک اور برتاؤ شمار ہوتا ہے۔

خلاصۃ البحث

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد نیک صالح ہو فرماں بردار اور اطاعت شعار ہو آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہو راحت جان اور عصائے پیری ہو۔ والدین کا نام روشن کرنے والی اور پس از مرگ صدقہ جاریہ بننے والی ہو۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ خواہش کتنی بھی اچھی اور اعلیٰ ہو جب تک اس کے لیے کوشش نہ کی جائے اور وہ طریقے اور اسباب اختیار نہ کیے جائیں جن کے ذریعے سے اس خواہش کا حصول ممکن ہو اس وقت تک وہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ ہمارے معاشرے میں نیک اولاد کی خواہش کرنے والے تو بہت ہیں، لیکن اس کے لیے کوشش کرنے والے بہت کم ہیں اور صحیح طریقہ اختیار کرنے والے تو نہایت ہی اقل قلیل ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو ایسا طرز عمل اختیار کرتے ہیں جس سے اولاد کے سنورنے کی نہیں، بگڑنے کی امید زیادہ ہوتی ہے۔ بعض لوگ جو اسکول کی تعلیم اور ان کی بھاری فیسوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتے وہ بچوں کو کوئی ہنر اور پیشہ سیکھنے میں لگا دیتے ہیں۔ ماں باپ کو ان کی کمائی سے زیادہ کسی چیز سے غرض نہیں ہوتی اور اکثر لوگ ایسے ہیں جو گھروں میں بڑے شوق سے ٹی وی وی سی آر کیبل اور ڈش وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں جو نوجوان نسل کے ایمان ہی کو تباہ نہیں کرتے انہیں شرم و حیا اور اخلاق سے بھی عاری کر دیتے ہیں۔ وہ چیزیں انہیں دین کا چھوڑتی

---

[26] القشيري ، مسلم بن الحجاج ،الصحيح المسلم ، دار إحياء التراث العربي – بيروت،رقم الحديث 2564
Al-Qashiri, Muslim Ibn Al-Hajjaj, Al-Sahih Muslim, Dar Ihyaya Al-Tarath al-Arabi – Beirut, Hadith No. 2564

ہیں نہ دنیا کا۔ لیکن لوگوں کو ان چیزوں کا کوئی احساس نہیں۔ بگاڑ کے یہ اسباب و عوامل ہمارے معاشرے میں عام ہیں، ان کو اختیار کرنے والے بھی عام ہیں اور اس کے نتیجے میں نسل نو کے اخلاق و کردار کی تباہی کے مناظر بھی عام ہیں۔ یہ صورت حال ان لوگوں کے لیے سخت اضطراب کا باعث ہے جو ملت کی اصلاح کا درد رکھتے ہیں، امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کی تڑپ رکھتے ہیں اور مسلم امہ کی عروق مردہ میں حیات نو کی لہر دوڑانا چاہتے ہیں۔